عربی زبان کا مفہوم، وسعت وامتیازات

☆مفتی محمد نعیم

عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح، بلیغ، وسیع، منضبط اور پرشوکت زبان ہے اس زبان کو قرآن مجید کے لئے منتخب کیا گیا۔ عربی زبان کو دیگر معاصر لغات پر ایک ایسی لازوال فوقیت اور برتری حاصل ہے جس میں اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی دوسری زبان نہیں کرسکتی اس زبان کی جتنی اہمیت وفضیلت اور برتری دوسری زبانوں پر ہے اس سے کہیں زیادہ اہمیت احادیث مبارکہ میں اس مقدس ومتبرک زبان کے سیکھنے اور اس کے حاصل کرنے کے فضائل میں وارد ہوئی ہے(۱)

عربی زبان کی وسعت :حضرت امام شافعیؒ جو عالم بے بدل، فقیہہ بے مثل ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست ادیب ہیں فرماتے ہیں کہ عربی زبان وسیع ترین زبان ہے اور اس کی تمام کی تمام لغات کا ادراک اور احاطہ نبیؐ کے علاوہ کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

ابن درید اور خلیل نحوی فرماتے ہیں کہ عربی کی کل لغات کی تعداد پانچ کروڑ چھ لاکھ انسٹھ ہزار چار سو بیس ہیں ان میں تقریباً انتالیس ہزار چار سو لغات تو متروک ہیں باقی سب مستعمل ہیں پھر اس میں تفصیل ہے دوحرفی کلمات کی تعداد سات سو پچاس، تین حرفی کی تعداد انیس ہزار چھ سو پچاس، چار حرفی کی تعداد تین لاکھ تین ہزار چار سو اور پانچ حرفی کی تعداد چھ کروڑ تین لاکھ پچھتر ہزار ہیں

اسی طرح اس کی وسعت کا اندازہ آپ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ عربی میں ایک ہی چیز کے کئی نام ہیں اور پھر ان میں کئی لغات پائی جاتی ہیں مثلاً صرف اونٹ اور گھوڑے کے لئے تقریباً پانچ ہزار نام چیتے اور تلوار کے لئے تقریباً پانچ پانچ سو الفاظ موجود ہیں اس زبان کی وسعت یہیں تک محدود نہیں بلکہ اس میں ایسے مترادف الفاظ موجود ہیں جو مطالب ومعانی کے بہت دقیق فرق کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ الفاظ ایسے حاوی ہوتے ہیں کہ ایک ایک لفظ طویل معنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

☆ چانسلر جامعة بنورية العالمية

اسی طرح عار اور عیب کو بیان کرنے کیلئے پندرہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔تکبر کے معنی کیلئے اٹھارہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔طبیعت اور عادت کو بیان کرنے کیلئے بیس الفاظ استعمال ہوتے ہیں (۲)

ادب کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

ادب دراصل اظہار مافی الضمیر کا ایک سلیقہ اور طریقہ ہے جو ادیب کے احساس کی نمائندگی کرتا ہے۔ادب نفس انسانی میں شائستگی، افکار ونظریات میں تبدیلی، احساسات میں نزاکت، زبان میں قوت پیدا کرتا ہے۔

ادب کے لغوی معنی ہیں ''الدعوۃ'' (بلانا) وہ کھانا جس کی طرف لوگوں کو بلایا جائے اس کو ''مدعاۃ'' کہتے ہیں اسی طرح ادب کے معنی خوش اخلاقی کے بھی آتے ہیں اگر لفظ ''ادب'' باب کرم یکرم سے ہوا تو اس کے معنی ہیں سمجھدار ہونا، زیرک و دانشمند ہونا، صاحب ادب ہونا۔اور اگر باب ضرب یضرب سے ہو تو اس کے معنی ہونگے کھانے کیلئے دعوت دینا اور اگر باب تفعیل سے ہو تو معنی ہونگے مہذب بنانا اور شائستہ بنانا۔اور اگر باب استفعال سے ہو تو معنی ہونگے سیکھنا۔

ادب کا اصطلاحی مفہوم

(۱)ادب کی پہلی تعریف: کل ریاضة محمودة یتخرج بها الانسان فی فضیلة من لفضائل(یقال له الادب)

(۲)ادب کی دوسری تعریف: علم الادب هو علم یتحرز به عن جمیع انواع الخطاء فی کلام العرب لفظا و کتابة۔اس تعریف کو علامہ جرجانی نے بھی اختیار فرمایا ہے

(۳)ادب کی تیسری تعریف: معرفة الاخبار و الاشعار

(۴)ادب کی چوتھی تعریف: هو حفظ اشعار العرب و اخبارها و الاخذ من کل علم بطرف(یقاله له الادب)

(۵)ادب کی پانچویں تعریف: الادب ملکة تعصم من قامت به عمایشینه

(۶)ادب کی چھٹی تعریف: هو تعلم ریاضة النفس و محاسن الاخلاق

بہرحال ادب کی اصطلاحی تعریف میں علماء کی یہ مختلف تعبیریں ملتی ہیں (۳)

علم ادب کا موضوع: ہر علم کا ایک موضوع ہوتا ہے جس میں اسکے عوارض ذاتیہ کے سلب وثبوت کی بحث کی جاتی ہے، جیسا کہ طب کا موضوع جسم انسانی ہے اس حیثیت سے امراض جسم انسانی کو لاحق ہوتے ہیں اور علاج و معالجہ کے ذریعہ ان کا تدراک کیا جاتا ہے اسی

طریقہ پر علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔
علم نحو کلمے کے ان عوارض واحوال سے بحث کرتا ہے جو اس کو معرب ومبنی ہونے کی حیثیت سے پیش آتے ہیں لہٰذا اس سے اتنی بات متعین ہوجاتی ہے کہ موضوع وہ ہوتا ہے جس میں اس کے عوارض ذاتیہ کے سلب وثبوت سے بحث کی جائے اسی طرح اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ موضوع اسی علم کا متعین ہوسکتا ہے جس علم کے مسائل کسی ایک جنس سے تعلق رکھتے ہوں اور چونکہ علم ادب خود بارہ علوم کا مجموعہ ہے تو اس کا موضوع کیوں کر متعین کیا جاسکتا ہے اس لئے علامہ بن ابن خلدون نے فرمایا: هـذا العلم لا موضو ع له ينظر في اثبات عوارضه او نفيها اور یہی قول شیخ العرب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ کا بھی ہے۔
البتہ بعض حضرات نے بتکلف اس کا موضوع متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ اس کا موضوع طبیعت اور فطرت ہے جو خارجی حقائق اور داخلی کیفیات کی ترجمانی کرتی ہے اور بعض نے کہا کہ اسکا موضوع نظم ونثر ہے

علم ادب کا مقصد: علامہ ابن خلدون نے علم ادب کے مقصد اور غرض وغایت کے بارے میں لکھا ہے کہ وانما المقصود منه ثمرته وهي الاجادة في فن المنظوم والمنثور على اساليب العرب رساحي۔
فرماتے ہیں کہ علم ادب کا مقصود اسکا ثمرہ ہے اور اسکا ثمرہ عرب کے طرز وانداز اور اسلوب کے مطابق فن نظم ونثر میں مہارت کا نام ہے
اس کے علاوہ یہ بھی مقصد ہے کہ اپنے مافی الضمیر کو پوری طرح انتہائی مؤثر اور دلچسپ پیرایہ میں دوسرے کے سامنے بیان کردینا۔
اسی طرح یہ بھی مقصد ہے کہ قرآن وحدیث کے اعجاز لفظی ومعنوی سے کامل طور پر متاثر ہوکر اس کے مضامین واحکام کو سمجھنا اور سمجھانا

ادب کی اقسام: ادب کی دو قسمیں ہیں

(۱) ادب نفسی

(۲) ادب کسبی

ادب نفسی اسکو کہتے ہیں جو خداداد صلاحیت سے حاصل ہو اور جس میں سعی ومحنت کی ضرورت نہ ہو
ادب کسبی اس کو کہتے ہیں جو محنت اور کسب سے حاصل ہو

ادب کسی کے اصول: ادب کسی کے چند اصول ہیں اور چند فروع۔

اصول میں بحث ہوگی مفردات سے یا مرکبات سے۔ اگر بحث ہو مفردات سے باعتبار مادہ کے تو اسکا نام علم لغت رکھا جاتا ہے۔

اور اگر صورت کے اعتبار سے بحث ہو تو اسکا نام علم صرف رکھا جاتا ہے۔ اور اگر بحث ہو بعض کی بعض کے ساتھ اصالت اور فرعیت کے اعتبار سے تو اس کا نام الشتقاق رکھا جاتا ہے۔

اور اگر بحث ہو مرکبات سے ہیئت ترکیبیہ کے اعتبار سے تو اس کا نام علم نحو رکھا جاتا ہے۔ اور اگر بحث ہو معانی کے تغیرات کے اعتبار سے تو اسکا نام علم معانی رکھا جاتا ہے۔ اور اگر بحث ہو توضیح کے اعتبار سے ہو تو اسکا نام علم بیان رکھا جاتا ہے۔ اور اگر بحث ہو وزن کے اعتبار سے تو اسکا نام علم عروض اور علم قوافی رکھا جاتا ہے اور اگر اسکا تعلق نظم سے ہو تو اسکا نام علم بقرض الشعر رکھا جاتا ہے۔ اور اگر بحث نثر میں ہو نظم کے بجائے تو اس کا نام علم انشاء رکھ جاتا ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہ ہو تو اسکا نام علم محاضرات رکھا جاتا ہے اور اسی سے تاریخ لی جاتی ہے۔

لغت کا ارتقاء وتعارف:

یوں تو بیان وکلام کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے فرشتوں اور جناتوں کے مابین بھی تھا اس لئے اسکی ابتداء اس کا موجد اور خالق تو اللہ ہی سمجھ سکتا ہے البتہ جہاں تک انسانی لغت کی تاریخ کا تعلق ہے تو اسکو قرآن کریم نے خود بیان فرمایا اور علم آدم الاسماء کلہا (۴)، یعنی حضرت آدمؑ کو دخول جنت کے بعد سب سے پہلے جس چیز کی تعلیم دی گئی وہ علم لغت ہے۔

واضع لغت کون ہے

وضع لغت کا مسئلہ بڑا معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اور مختلف فیہ بھی ہے جس کو مختلف لغویین نے معرکۃ الآراء بنالیا ہے اور اس میں ہر ایک کا اپنا الگ نظریہ ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ علم لغت کے موجد خود حق سبحانہ وتعالیٰ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اسکا موجد انسان ہے تو چونکہ اس میں ہر ایک قول میں خطاء وصواب کا احتمال ہے کسی بھی قول کو علی وجہ التعیین درست یا غلط نہیں کہا جا سکتا تاہم اتنا ضرور ہے کہ ابتداءً واضع لغت خود حق سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔ واللہ اعلم

بہر حال اس سے اتنی بات معلوم ہوئی کہ نفس لغت کی ایجاد واختراع میں تو انسان اگر چہ بے بس ہے مگر اسکی تزئین وتوسیع اور ارتقاء وارتقاع میں اسے ضرور بضرور شعور دیا گیا ہے لیکن اس میں بھی وہ ایجاد کا درجہ نہیں بلکہ صرف اجتہاد کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اجتہاد اختراع

محض کا نام نہیں بلکہ ایک خاص دائرہ میں رہ کر اسکے مخفیات ورموز کو ظاہر کرنے کا نام اجتہاد ہے۔ اس لئے کہ یہ بات گزر گئی کہ لغت کی تخلیق وایجاد کا کام تو اللہ تعالیٰ کا ہے انسان زبان کے حق میں موجد نہیں بلکہ محض ایک نشاط کی حیثیت رکھتا ہے

لغت کی تعریف :لغت درحقیقت ان آرزوؤں کا نام ہے جن سے ہر قوم اپنے اغراض ومقاصداو اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتی ہے۔لغات کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان اور حیوان کی آفرینش اوران میں لگی ہوئی قدرتی مشینری کے کل پرزوں پر نظر ڈالی جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اس کارخانہ قدرت میں کس چیز سے کیا چیز بن رہی ہے۔انسان کی چلتی پھرتی ہوئی فیکٹری میں ایک خودکار آٹومیٹک مشینی زبان ہے جودل ودماغ میں آئے ہوئے خیالات کی ترجمانی اس حیرت انگیز طریقہ پر کرتی ہے کہ جومضمون دل ودماغ میں آیا اس کے اظہار کرنے کے لئے مناسب حروف والفاظ کا انتخاب پھران کی صحت کے ساتھ ادائیگی اس تیزی سے کرڈالتی ہے کہ ایک سیکنڈ کا وقفہ نظر نہیں آتا۔

اپنے مقاصدوخیالات کو دوسرے پر ظاہر کرنے کی صلاحیت صرف انسان ہی میں نہیں بلکہ اس خالق نے یہ صلاحیت واستعداددوسرے حیوانات میں بھی رکھی ہے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے۔ **وعلمنا منطق الطیر** (۵) ۔انسان کو اپنے فرائض منصبی سے عہدہ برآ ہونے کیلئے افہام وتفہیم کی زیادہ ضرورت ہے اوراسی ضرورت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اسکوزبان وبیان کی مکمل صلاحیت عطاء فرمائی ہے اس کواظہار مافی الضمیر اور لغات کی بڑی مقدار اور بیان کے مختلف اسالیب اور طریقے سکھلا دیئے ہیں تاکہ انسان اپنے مقصد کومختلف زاویوں، مختلف اسالیب اور مختلف طریقوں سے واضح کر سکے۔اس نعمت لایزال کوخالق ایزدی یوں بیان فرماتے ہیں **خلق الانسان علمه البیان**(٦)

اوردوسری جگہ ارشاد ہے **ومن آیاته خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذلک لایات للعالمین**.(٧)

عربی زبان کی چندامتیازی خصوصیات: عربی زبان ایسی وسیع اورحاوی زبان ہے کہ دنیا کی کوئی زبان اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی

عربی زبان کی چندخصوصیات حسب ذیل ہیں جن سے اسکی وسعت اور ہمہ گیری کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

(۱) عربی زبان میں ہر لفظ کی وجہ تسمیہ موجود ہے اس اشتقاق میں اعلیٰ درجہ کی خوبی پائی جاتی ہے اسکی انتہائی نمایاں خصوصیت ایجاز واختصار ہے یعنی معانی ومطالب کثیرۃ کو قلیل سے قلیل الفاظ میں ادا کیا جاسکتا ہے

(۲) اس میں فطری جذبات کی صحیح انداز میں عکاسی کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے کیونکہ ہر چیز کی تمام قسموں، مختلف جنسوں اور مختلف حالتوں کیلئے الگ الگ الفاظ موجود ہیں۔

(۳) ایک مطلب کو واضح کرنے کیلئے بکثرت الفاظ مل سکتے ہیں

(۴) ہر چیز کی جزئیات کا استحضار بخوبی کیا جاسکتا ہے

(۵) ایک خصوصیت اس کی یہ ہے کہ اسکی ہر لغت کو بحث وتنقید اور قیل وقال کی چھلنیوں میں چھانا گیا ہے۔

(۶) اس زبان میں جو حلاوت وتاثیر اور جاجو جاذبیت ہے شاید ہی وہ دنیا کی کسی زبان میں ہو۔ اسکے شواہد بکثرت موجود ہیں۔

(۷) کسی بامعنی لفظ کے حروف کو پس وپیش کر کے جتنی صورتوں میں رکھا جائے وہ سب بامعنی ہوں گے بے مثال ہونگے مثال کا طور پر قلب کے لفظ ہے جسکے معنی دل کے ہیں اس میں تقدیم و تاخیر کر کے رکھیں دیکھیں "بقل" ساگ کو کہتے ہیں۔
اسی طرح "بلق" (سیاہ وسفید چتکبرا رنگ) سانپ کی ایک قسم ہے اب اسکو اگر "قبل" کہہ دیں تو معنی تبدیل ہو جائے گا اور اس کے معنی ہیں "پہلے"

(۸) عربی زبان کے قواعد نحو وصرف اس جدید اور حکیمانہ انداز سے مدون کئے گئے ہیں کہ دنیا کی کوئی زبان عربی زبان کا مقابلہ نہیں کرسکتی

حواشی و حوالہ جات

۱۔ المواہب النعیمیۃ شرح المقامات الحریریۃ مکتبۃ الجامعۃ البنوریۃ ۱۹۹۸ء ص/۱۵

۲۔ ایضاً ص/۱۹۔۲۰

۳۔ ایضاً ص/۲۱۔۲۲

۴۔ سورۃ البقرۃ/۳۱

۵۔ سورۃ النمل/۱۶

۶۔ سورۃ الرحمٰن/۴ سورۃ القیامۃ/۱۹

۷۔ سورۃ الروم/۲۲